# ارشادِ مرشد

از: جناب خاور صاحب جلپوری۔ مقام شیوپوری (مدھیہ پردیش)

"ارشادِ مرشد" عنوان کے تحت کتابی سائز کے اٹھاسی صفحوں پر ایک نایاب قلمی نسخہ میرے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ جو مجموعہ ہے مسائل فقر و تصوف پر کیے گئے چند اہم سوالات اور ان کے تفصیلی جوابوں کا۔

یہ سوالات حضرت ابونعمان محمدؐ برہان الدین المعروف بہ خلیل الرحمٰن الجمالی والہانسوی کے ہمشیرزادہ مرید و خلیفہ متوطن قصبہ رام پور۔ ضلع سہارن پور نے اپنے ماموں و پیر مرشد حضرت قبلہ خلیل الرحمٰن صاحب کی خدمت میں پیش کر کے مفصل رہبری کی درخواست کی تھی۔

چنانچہ آپ نے ان سوالوں کو بغور ملاحظہ فرما کر اپنے شاگرد رشید اور روحانی فرزند جناب سلطان احمد المعروف سلطان الدین مکیؒ۔ بہ ابوالبرہان مبین بدایونی مؤلف رسالہ ہذا کو سپرد کر کے مفصل جواب لکھنے کی ہدایت کی، اور حضرت مبین بدایونی نے اپنے پیر مرشد کے حکم کی تعمیل میں علیحدہ علیحدہ ہر سوال کا جواب لکھ کر پیش کیا۔

مؤلفِ رسالہ نے اس گنجینۂ اسرار و معارف کا سنہ تالیف ۷ ؍ رجب ۱۳۱۲ھ ہجری بتا کر ذیلی قطعہ سے اس کی تاریخ تالیف نکالی ہے۔

حسب ارشاد مرشد کے فیضان سے
لکھے یہ مطالب گہر پر گہر
تو پھر سالِ تاریخ تالیف بھی
لکھا میں نے "ارشاد مرشد بسر"

لیکن خاتمہ تحریر بہ تاریخ اختتام ۱۳ ؍ جمادی الثانی یوم پنج شنبہ ۱۳۱۹ھ مطابق ۳۰ ؍ اگست

۱۹۰۱ء لکھی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس رسالہ کی ابتدا ۱۳۱۲ھ میں ہوئی ہوگی جو ۱۳۱۹ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔

بہ نظر سہولتِ بیان اور تسلسلِ عبارت اس قلمی رسالے کی تمہید اور اختتامیہ عبارت کو مولف رسالہ کے الفاظ میں من وعن پیش کیا جاتا ہے۔

رسالے کے سرورق پر تحریر ہے:۔

(انت الھادی انت الحق لیس الھادی۔ الاّ ہو۔)

ارشاد مرشد

خداوند تبارک کے فضل وکرم سے نہایت خوب مرتب ہوا۔

دوسرے صفحے پر ابتدائیہ۔ حق ھو حق ھو حق ھو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کے نیچے عربی عبارت لکھ کر اس کا ترجمہ کیا ہے۔

ساری خوبیاں خدا کے لئے ہیں۔ جس کی خوبی کی غایت نہیں اور رحمت کی نہایت نہیں۔ اور شکر بھی اسی کو زیب دیتا ہے کیوں کہ تمام ظاہری باطنی نعمتیں اسی نے دی ہیں۔ اور اُسی قدر شکر جس قدر نعمتیں اور درود پہنچے نبیوں کے سرداروں ولیوں کے مددگار کو جو نہیں کے نور اور ضیا سمیت بقدر ان کی خوبی کے، اور درود پہنچے ان کی آل کو جو اتقیا ہیں اور ان کے اصحاب کو جو اصفیا ہیں اور لوائے احمدؐ کے نیچے کھڑے ہونے والے ہیں۔

دیباچہ

اس رسالہ کا سبب تالیف یہ ہے کہ ۷ ار رجب ۱۳۱۲ھ ہجری حضرت قبلۃ العٰلمین، کعبۃ الثقلین، نور الایمان، جمال العرفان، برہان الہدیٰ، منور البرہان، صاحب اسرار خفی مالک النور الجلی کریم ابن کریم، ولی ابن ولی ابونعمان محمد برہان الدین المعروف بہ خلیل الرحمٰن الجمالی ادامہم اللہ الوالی کا کہ جن کا نسب عالی آبائی ابتدائے زمانِ اسلام میں حضرت امام الائمۃ الارضیہ، ضیاء الفیضان السریہ

سراج الامت المحمدی امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ سے اور شباب زمانہ اسلام میں حضرت الاعظم قطب العالم تاج العرفا نور الشرفا معدن الاولیاء الکرام مخزن العرفا امام العظام مولانا سلطان احمد الملقب بہ قطب جمال الدین الہانسوی اور قطب ثانی امام زمانی مولانا محمد برہان الدین صوفی رح اور قطب الاقطاب چہارم خواجہ نور الدین جہاں مغل رحمتہ اللہ علیہما سے سلسلہ صلبی وابستہ ہو کر سلسلۂ قلبیہ سے حضرت قطب العالم خواجہ مولانا قطب جمال الدین ہانسوی سے مل جاتا ہے۔

وطن اصلی آپ کا ہانسی شریف ہے اور ولادت گاہ آپ کی سرسادہ شریف ہے، جے پور میں رونق افروز ہوئے اور ۲۰ رجب ۱۳۱۲ھ ہجری مذکور کو یہ ہیچمدان جس کا نام سلطان احمد اور مشہور سلطان الدین مکنّی بہ ابوالبرہان متخلص بہ مبین وطن اس کا بداؤں ہے اور مولد منشا نارنول ہے۔ حضور قبلہ و کعبہ ممدوح الذکر کی بیعت سے مشرف ہو کر خاندان چشتیہ۔ جمالیہ۔ قادریہ نقشبندیہ۔ وسہروردیہ میں منسلک ہوا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک الانعام۔ شکر اللہ کا اوپر اس انعام کے تخمیناً ڈھائی مہینے اس پر گذرے کہ اوّل شوال سنہ مذکور میں حضور قبلہ و کعبہ کے ہمشیر زادہ مرید و خلیفہ۔ حضرت صاحبزادہ عالی گہر فرخندہ منظر حضرت خواجہ ابوالمنّان نصرت احمد شاہ صاحب جمالی و قادری دام ہم وارسادھم کا جن کا نسب آبائی انصاری ہے۔ اور نسب مادری نعمانی و جمالی اور مولد و منشا قصبہ رام پور ضلع سہارنپور ہے۔

ایک عریضہ حضور قبلہ و کعبہ کی خدمت مبارک میں وارد ہوا۔ اس میں علاوہ دیگر مطالب کے سات سوال متعلق بہ فقر و تصوف بھی لکھے تھے۔

ان سوالات کو حضور قبلہ و کعبہ نے اس ہیچمدان کو عنایت فرما کر ضروری جوابات لکھنے پر مامور کیا اور ارشاد فرمایا کہ ان سوالوں کو سلسلہ وار مرتب کرنا تا کہ طالبینِ راہ مولا اس سے فائدہ اٹھائیں اور اہلِ تحقیق حظ پائیں۔

پس اس ہیچمدان نے بہ تعمیل ارشاد عالی جونہیں قلم ارادتِ رقم اٹھایا تو معاً فیض مرشدی

---

لہ ایسا ہی لکھا ہے

نے اپنا جلوہ دکھایا۔ یعنی ان ساتوں سوالات کے جواب فی الحقیقت ایسے لکھے گئے کہ اچھا خاصہ ایک رسالے کا رسالہ مرتب ہو گیا۔

اب یہ خطبہ میں نے اس کے اوّل میں لگایا اور نام اس کا ارشاد مرشد قرار دے کر چند سطور بطور خاتمہ لکھ کر خداوند پاک سے امیدوار قبولیت کا ہوں۔ اور اس کا آرزومند کہ الٰہی طالبانِ راہِ صدق ومحققانِ طریقِ برحق اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس ذرۂ بے مقدار سلطان العلمین کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

اس رسالے کے بنیادی سوال یہ ہیں۔

(۱) فقیر کو کس حال میں رہنا چاہئے اور یہ حال کئے قسموں پر منقسم ہے اور کس کس درجے پر کیا کیا حال ہوتا ہے؟

(۲) فقیر کا کیا لباس ہونا چاہئے؟

(۳) جب فقیر نے کل ادنیٰ و اعلےٰ درجے طے کر لئے تو پھر یہ فقیر رہا یا اور کچھ ہوا۔ یعنی فنون فقیری کے طے کر لئے تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے۔

(۴) فقیری کے نفس کتنے ہیں؟ اور کہاں تک اس کی رسائی ہے۔ اور سب سے زیادہ کون سے فقیر کا رتبہ ہے اور جو رتبہ بڑا ہے اس کے واسطے کیا ہونا چاہئے۔ اور خود مرتبے کو کیا ہونا چاہئے؟

(۵) پیر کا مرتبہ کس قدر ہے؟ اس کو پیر ہی سمجھنا چاہئے یا کچھ اور اہل تصوف یہ کہتے ہیں کہ اگر مرید نماز پڑھتا ہو اور پیر آواز دے تو مرید نماز ترک کر دے اور پیر کی خدمت میں فوراً حاضر ہو جائے یعنی اگر فرض پڑھتا ہو تو نہ بولے اور سنت پڑھتا ہو تو پیر کی آواز پر بول اٹھے۔ تو اس سے ظاہر کہ پیر کا رتبہ (نعوذ باللہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زائد ہوا۔

(۶) پیر کی خدمت کس طرح اور کس طریق سے کرنا چاہئے۔ خدمت کا وقت کیا ہے؟ پیر کی خدمت کرتے وقت کیا تصور کرنا چاہئے اور اس سے دنیوی لالچ کا طالب ہو یا دینی کا۔

(۷) اس آیت شریف سے " ان اللہ علیٰ کلِ شیٔ محیط "

بے شک اللہ ہر چیز پر گھیرا کئے ہوئے ہے۔

معلوم ہوا کہ خداوند کریم شجر، حجر، چرند، پرند، جن وانس وغیرہ سب پر محیط ہے تو پھر سوّر اور کتے سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟ اوران کو ناپاک کیوں سمجھتے ہیں؟ خود قرآن میں سوّر کے ناپاک ہونے کا حکم آیا ہے۔

اس رسالے میں ہر سوال کا مدلل اور مفصل جواب لکھ کر مسائل فقر وتصوف پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جسے بخوفِ طوالت اس مقالے میں مختصراً بیان کیا جا رہا ہے۔

خاتمے پر مؤلف رسالے نے لکھا ہے کہ

اللہ تعالٰے کا صد ہزار شکر ہے کہ ان ساتوں سوالوں کے جواب بہت صاف اور واضح طور سے اس نے اپنے اس ہیچمدان سے لکھوا کر ایسے حسن اسلوب کے ساتھ کہ ہر ایک مبتدی اور منتہی کے لئے کارآمد ثابت ہوں (نہ دلائل علمیہ نہ مباحث) لکھے گئے کہ بے چارے مبتدی سمجھ نہ سکیں نہ ایسے عالمانہ مطالب درج ہوئے کہ مبتدیوں کے پسند خاطر نہ ہوں بلکہ ایسے طریقے سے بین بین کرکے لکھے گئے ہیں کہ مبتدی بھی فائدہ اٹھالیں۔

ناظرین محقق کی خدمت میں لبدا امیدواری یہ گذارش ہے کہ کسی مطلب یا عبارت میں کہیں سہو وخطا پائیں تو اپنے دامن عطا سے اس کو چھپائیں اور اس ہیچمدان فقیر حقیر سلطان المبین کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

الحمد اللہ کہ رسالہ ارشاد مرشد بتاریخ سیزدہم جمادی الثانی یوم پنجشنبہ ۱۳۱۹ھ ہجری مطابق ۳۰ راگست ۱۹۰۱ء اختتام کو پہنچا۔

پہلا سوال:۔ فقیر کو کس حالت میں رہنا چاہئے اور یہ حال کئے قسموں پر منقسم ہے اور کس کس درجہ پر کیا کیا حال ہوتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں فقیر کے اقسام۔ مراتب۔ اور لائحہ عمل پر سیر حاصل بحث کرکے بتایا ہے کہ۔

ایک فقیر مبتدی ہوتا ہے ایک منتہی اور ان دونوں مراتب میں وہ کسی حال کا پابند نہیں رہتا کیوں کہ فقیر کا اوّل مرتبہ نفس کشی ہے اور نفس نام ہے خلاف عادت عمل کا۔ خلاف عادت عمل کی تعریف یہ ہے کہ (سوائے اعمال فرائض وسنت کے ) جس عمل کی عادت ہوجائے اور اس عادت کو ترک کردینے سے تکلیف محسوس ہونے لگے تو اسے چھوڑ دینا چاہئے۔ مثلاً لباس فاخرہ زیب تن کرنے کی عادت پڑجانے پر صوف پوشی اختیار کرلینا اور صوف پوشی کی عادت ہوجانے پر نرم اور گرم لباس تبدیل کرلینا چاہئے۔ کیوں کہ نفس ہر حالت میں آسائش اور آرام کا طلبگار ہوتا ہے اور نفس کو بے جا آرام پانے سے عبادت کا تعلق کم ہوجاتا ہے۔

منتہی فقیر بجائے خود صاحبِ حال ہونے سے کسی حال کا پابند نہیں رہتا۔

اسی سلسلہ میں قُطبِ عالم، سالک ومجذوب، **فقیرِ مطلق فنا فی الوجود**، سلوک، سالک، مسلوک، مسلوک الیہ، جذب، جاذب، مجذوب، مجذوب منہ، مجذوب الیہ ومجذوب لہ کی توصیف اور تصریح بیان کرکے عالم ناسوت، جبروت، اسمائے صفات باری تعالےٰ مبداُ اسماء کثرت مقام جبروت، لاہوت، ہاہوت، اورمعرفت اشیاء ناسوتی جمادات، اشجار حیوانات انسان وغیرہ کی توضیح وتشریح بتاکر، انکشافِ قلب، معرفتِ عالم، ملکوتی وجبروتی، سیر اسمائے صفات، حقیقت الحقائق، شان بقا، کشمکش حقیقیت جبروت بقدر ظرف موصولہ، مدارج جذب بہ مقدار حیرت ..... تکمیل جذب بمقامِ ہاہوت، سادگی وپرکاری، بے خودی وہشیاری پرخامہ فرسائی فرماکر۔ سالکِ کامل، لفظ فقیر کی توضیح اور مجازی فاقے کی تشریح لارو ولاکد، بہرحال قناعت، قناعت مجازی، قناعت اور فاقے کا فرق۔ قناعت حقیقی۔ ذکر مجازی۔ ذکر حقیقی۔ کلام پاک کی آیہ مبارک " انا للّٰہ وانا الیہ راجعون " کے معنی ومطالب ریاضت مجازی اعانت خلق اللہ، معنی محب اللہ۔ ریاضت حقیقی مخالفت نفس، حالات ظاہری، حالات باطنی، کیفیت شوق صاحب حال اور اس کا مکلف ہونا۔ حالات بمقدار مراتب کفر طریقت، حالات کشف قلبی وغیرہ عنوانات کے تحت اس سوال کا تفصیلی جواب دیا ہے۔

دوسرا سوال :۔ فیقر کا کیا لباس ہونا چاہیئے ؟

اس کے جواب میں لکھا ہے کہ :۔ فیقر کا لباس دو طرح کا ہوتا ہے ایک ظاہری دوسرا باطنی اور ان دونوں کی بہت سی ضمنی شاخیں ہیں ان سے بخوفِ طوالت قطع نظر کر کے صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ لباس کی ظاہری قسم میں تو اپنے شیخ کا تتبع کرنا ضروری ہے کیونکہ شیخ عموماً اس معاملے میں بھی اتباعِ سنت کا پابند ہوتا ہے اور اس طرح شیخ کے تتبع سے آنحضرت صلعم کا اتباع ہو کر یہ سلسلۂ درازِ عشق آخری منزل تک پہنچ جاتا ہے ۔

باطنی لباس کے تحت ۔ لباس ترک ماسوائے اللہ ۔ لباس ترک مجبر و ذلت ۔ لباس ترک ماؤمن کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ یعنی فیقر کو بہر حال بجز اتباع سنت کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیئے اور ہمیشہ اتباعِ سنت کا پابند رہنا چاہیئے ۔ اور یہ بات کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ

در عمل کوش ، ہر چہ خواہی پوش
تاج بر سر بنہ ، علم بر دوش

ایک شخص شاہی لباس پہن کر بھی فقیری کرتا ہے اور دوسرا لباس گدائی میں بھی تقیدات دنیوی کے حجاب میں مستور رہتا ہے اس لئے لباسِ یکتائی زیب تن کرنا بہر حال مناسب ہے ۔ بزرگوں کے لباس کے تتبع سے ان کی یاد تازہ رہتی ہے اور بزرگوں کی یاد ہمیشہ نیک اعمال و افعال کی محرک ہوا کرتی ہے ۔

کلاہِ چار ترک سے مراد ۔ چار ترک ہیں

(۱) ترکِ دنیا ــــ (۲) ترک عقبی ــــ (۳) ترک خودی ــــ (۴) ترک ماسوا

خرقہ اُس پھٹے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں جسے چاک کر کے آدھا آگے اور آدھا پیچھے ڈال لیا جائے اور اس عمل سے مراد دُنیا کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ عقبی کو سامنے رکھنا ہے ۔

تیسرا سوال :۔ جب فیقر نے کل ادنیٰ و اعلیٰ مراتب طے کر لئے تو پھر بھی یہ فیقر ہی رہا یا اور کچھ ہوا ، یعنی فنونِ فیقری کے طے کر لئے تو اب اس کو کیا کرنا چاہیئے ؟ ،

پہلے تو اس سوال کی تحریری ترکیب پر اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ سوال یوں ہوتا تو بہتر تھا کہ جب فقیر نے مرتبۂ فقیری بھی طے کر لیا تو اب کیا ہوگا؟ اس ایک ہی سوال میں دو سوال شامل ہونے سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ جواب لکھا ہے۔ پہلے حصہ کا جواب یوں ہے کہ :۔

سالک جب کل مدارجِ سلوک طے کر لیتا ہے تب بھی وہ فقیر ہی رہتا ہے۔ اس لئے اس کو فقیر کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

ضمناً اس جواب میں تکمیلِ مراتب و حصولِ مقاماتِ سلوک سے فقیر کی ابتدا بیان کر کے منازل سلوک کے چار مقام فقیر، مختار۔ ولی۔ قطب وغیرہ کی وضاحت کر کے مقامات فرق، قرب، باری، ریا وغیرہ کی تشریح کی ہے۔ مثلاً کفر و اسلام، نیک و بد، نفس و روح کثرت و وحدت میں فرق ظاہر کر کے قرب سے مراد تقرب الاللہ باری سے مقصود منقطع خلق اور انقطاع محبت ماسوائے اللہ۔ ریا سے مطلب ترکِ دنیا بتا کر سالک فقیر غیر مختار۔ سالک فقیر محض اور فقیر مطلق۔ فقیری کے مراتب ظاہری، تقویٰ ولایت اور ان سب کی اہمیت پر روشنی ڈال کر اس سوال کے دوسرے حصے کے ضمنی جواب میں اپنی ہستی کی شناخت پر تفصیلی بحث گئی ہے۔

چوتھا سوال :۔ فقیر کے نفس کتنے ہیں اور کہاں تک اس کی رسائی ہے۔ سب سے زیادہ کون سے فقیر کا رتبہ ہے جو رتبہ بڑا ہے اس کے واسطے کیا ہونا چاہئے اور خود مرتبہ کو کیا ہونا چاہئے؟

اس سوال کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایک فقیر محض اور ایک فقیر مطلق ہوتا ہے۔ ایک سالک ہوتا ہے ایک مجذوب، فقیر ایک عام لفظ ہے اور اس میں کوئی بھی صفت فقیری کی پائی جائے تو وہ فقیر کہا جائے گا خواہ صرف ایک ہی صفت ہو خواہ تمام اوصاف۔

نفسِ فقیر کے اقسام پر پہلے سوال کے جواب میں تفصیل بیان کی جانے سے اس سوال کے جواب میں صرف فقر کی قسمیں بیان کر کے ضمنی طور پر طالب۔ سالک۔ واصل۔ کامل کی مختصر شرح بیان کر دی ہے۔ یعنی وہ لوگ طالبین کہلاتے ہیں جنہیں اللہ جل شانہٗ سے ملنے کی خواہش اور طلب د

ارادہ کا شوق بہت زیادہ ہوتا ہے۔ گویا ابھی وہ راہِ طلب میں کھڑے ہوئے ہیں آگے نہیں بڑھے۔ یعنی انھوں نے راہ سلوک نہیں اختیار کی مگر اس راہ پر چلنے کے لئے کمربستہ ہو چکے ہیں۔

سالکین وہ لوگ ہیں جو خداوند کریم کی بندگی میں رات دن بذریعۂ ذکر و شغل مجاہدہ، مراقبہ، محاسبہ، فکر طریق وغیرہ میں سرگرمِ عمل ہیں مگر ہنوز منزلِ مقصود سے دُور۔

واصلین وہ ہیں جو منزلِ مقصود پر پہنچ تو گئے ہیں۔ لیکن اس منزل میں اپنے مقامِ خاص سے روشناس نہیں ہوئے۔ منزلِ مقصود پر پہنچ کر کامیاب ہو جانے والے کاملین کہلاتے ہیں۔ مگر وقت یہ ہے کہ ان سب کا مقصود ایک سا نہیں ہوتا بلکہ مختلف طبائع اور علیحدہ علیحدہ خواہشیں ہوتی ہیں۔ کوئی کسی مرتبے پر فائز المقصود ہوتا ہے اور کوئی کسی مرتبے پر۔ یہ بات اپنے اپنے ظرف اور ہمت پر منحصر ہے " فکر ہر کس بقدر ہمت اوست " فائز المقصود اور کامیاب فقیروں کے تین فرقے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو ہر وقت نظارۂ جمالِ یار میں محو و مستغرق رہتا ہے۔ اور عالم علوی و سفلی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا کیونکہ محویتِ نظارہ سے ہدایتِ خلق کا جذبہ سوخت ہو جاتا ہے۔

دوسرا فریق ہر وقت مستغرقِ جمالِ یار بھی رہتا ہے اور مخلوق سے متعلق بھی مگر غیرتِ عشق یہ گوارا نہیں کرتی کہ اس کی نظر غیر پر بھی پڑ سکے۔

تیسرا فرقہ وہ ہے جو باوجود محویت بالذات۔ اس کے اعلیٰ ظرف میں ہدایت خلق کی گنجائش ہوتی ہے اور یہ مرتبۂ جلیل صرف صدیقوں کو ملتا ہے۔

یہ تیسرا فرقہ۔ پہلے اور دوسرے فرقے سے عالی مراتب ہوتا ہے جیسا کہ فرشتوں سے انسان اس لئے مشرف ہے کہ فرشتے میں صرف ملکوتی صفات ہوتے ہیں اور انسان میں باوجود صفاتِ ملکیت صفاتِ بشریت بھی ہیں۔

خصوصاً اس لئے کہ تعلیم اور ہدایتِ خلق شانِ نبوت کا جزو ہے اور نبی علیہ السلام کا مرتبہ سب سے بلند و برتر ہوتا ہے۔ اس لئے جس انسان میں نبوت کی شان ہوگی وہ سب سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگا۔

حقیقتاً فقراء کے شمار میں واصلین اور کاملین بھی شامل ہیں۔ لیکن مجازاً طالبین اور سالکین کو ہی فقیر کہا جاتا ہے۔ فقیر لفظ عام ہے جس کا اطلاق سب ادنیٰ و اعلیٰ پر ہوتا ہے۔

واصلین اور کاملین کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اوّل انتظامِ عام پر مامور ہے۔ قسم دوم۔ منجانب اللہ تعالیٰ مامور بر خدمات و اصلاحات خلائق ہے۔

پہلی قسم کے تین مرتبے ہیں (۱) مُحِب" جو عشق الٰہی کی راہ طے کر رہے ہیں۔ یعنی انتہائے مراتبِ عشق کو پہنچ چکے ہیں جو کام ان کی ذات سے بن جاتا ہے اس میں ان کی مرضی کو دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ امرِ الٰہی ہوتا ہے۔ یعنی ان کا کوئی فعل اختیاری نہیں ہوتا۔

(۲) "محبوب" یہ وہ فرقہ ہے جس سے خود خدائے تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ محبوب کا مرتبہ مُحِب سے اعلیٰ ہے کیوں کہ جو بات محبوب چاہے وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔

(۳) "حبیب" وہ ہے جس میں مُحِب اور محبوب کی دونوں شانیں جمع ہوں حبیب کا مرتبہ محبوب سے اونچا ہے چنانچہ آں حضرت صلعم کا لقب حبیب اللہ ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کو مرتبۂ حبیبیت حاصل تھا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ آپکی وفات کے بعد آپ کی پیشانی پر" اللہ کا حبیب اللہ کی طلب میں مرا" لکھا ہوا دیکھا گیا تھا۔ پھر ان سب کے علیحدہ علیحدہ مدارج ہوتے ہیں۔ محبوبِ کامل قطبِ حقیقی ہوتا ہے اس کی قوت قلبیہ میں اتنی طاقت ہے کہ تمام انسان اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو سکتے ہیں۔

ریاضت، قوتِ قلب کی افزائش کا باعث ہوتی ہے۔ قوتِ قلب کی انتہا یہ ہے کہ جس طرح عام آدمی اپنی قوتِ قلب کے اختیار میں ہوتے ہیں کہ جدھر وہ قوت پلٹا دے پلٹ جاتے ہیں اسی طرح مخصوص اور برگزیدہ انسانوں کی قلبی طاقت ساری دنیا پر قابو پالیتی ہے۔

اسی سلسلہ میں قلب کے معنی پلٹا دینے کے بتا کر۔ قوتِ ناقص، قوتِ کامل، شانِ وحدانیت، شانِ ارشاد و ہدایت، تجرد و تعلق، قطب عالم کے مدارج، اور ترقی مدارج کے اسباب نیز ترسیلِ فیوض و برکات، تکمیل قربِ حق، فنائی بالحق، مراتبِ قلب، قطب عالم قطب مدار، قطب ارشاد،

قطب الاقطاب قطب اقلیم اقطاب کے قلوب کی مناسبت، قطب ولایت اور ابدال کی تعداد اور اقسام اور ابدال کا اتفاق اوتاد، غوث، عماد، نقبا، نجبا، ابرار — قطب عالم کی معیار، تعین مقامات، عروج بمقام حیرت، فنائے ذات، بقائے حق، مراتب اعلیٰ، مراتب و اعمالِ صدیق وغیرہ عنوانات کے تحت تشریح کی ہے۔

پانچواں سوال: پیر کا مرتبہ کس قدر ہے اس کو پیر ہی سمجھنا چاہیئے یا کچھ اور؟

جواب۔ پیر فارسی لفظ ہے۔ جو پیراستن سے بنایا گیا ہے جس کے معنی سنوارنے اور آراستہ کرنے کے ہیں۔ مرید عربی لفظ ہے اس کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ پس جو شخص ارادے کی حالت میں ہو وہ مرید کہلاتا ہے۔ جو اپنے ارادے کو پورا کر چکا ہو اسے صاحبِ بیعت کہتے ہیں۔

پیر بذاتِ خود آراستہ و پیراستہ ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کو بھی سدھار اور سنوار سکتا ہے۔ جب مرید نے اپنے ارادے کی تکمیل یعنی بیعت کر لی تو گویا اس نے پیر کی اطاعت کو اختیار کیا۔ اور جب پیر نے اس کی ہدایت شروع کر دی تو پیر ہادی ہوا اور جب مرید کو راہ ہدایت پر چلایا تو پیر کا رتبہ رہبر کا ہو گیا۔

اصل میں پیر، مرید اور رسول صلعم کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔ جب مرید اس واسطے کے مدارج طے کر چکا تو پھر رابطہ قائم ہوا۔ مرید اور رسولؐ کے درمیان پیر آئینہ ہے جس کے ذریعہ مرید رسولؐ کو دیکھ پاتا ہے۔ رسولؐ پیر اور خدا وند تعالیٰ کا برزخ ہے۔ اس لئے رسولؐ کو برزخ اور پیر کو برزخِ صغریٰ کہا گیا ہے۔ اسی سلسلہ میں فنا فی الشیخ، فنا فی الرسولؐ۔ فنا فی اللہ کے مدارج کی تصریح بیان کرنے کے بعد پیر کے اقوال اور اعمالِ شرعیہ کی تقلید کرنے کی ہدایت کی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ پیر کے مرتبے کی کوئی انتہا نہیں ہے مگر بہر حال پیر اور دوسرے بزرگوں کے حفظِ مراتب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ "گر حفظِ مراتب نکنی زندیقی۔"

اس کے بعد الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہٖ کا مقولہ پیش کر کے نفل نماز میں پیر کی آواز پر جواب نہ دینا۔ پیر کی مخالفت نبی کی مخالفت قرار دے کر یہ احتمال بھی ظاہر کیا ہے کہ

.... مگر یہ کہ آیا پیر نے جو آواز دی وہ خلافِ سنت تو نہیں تھی ، ساتھ ہی اس کا حل بھی پیش کر دیا ہے کہ پیر ایسا ناداں نہیں ہو سکتا کہ بغیر کسی شرعی عذر کے نفل نماز پڑھتے ہوئے مرید کو آواز دے۔ اس لئے اس کا آواز دینا بر بنائے مصلحت ہی سمجھا جائے گا۔ مثلاً نماز میں مصروف مرید کو کسی خطرے سے آگاہ کرنا جس کا علم مرید کو نہ ہو

پیر پر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ مرید کو اسرارِ الٰہی سے فوراً مطلع کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے کہ نفل نماز تھوڑی دیر بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے مگر خاص وقت دوبارہ نہیں آسکتا۔

اس لئے اہلِ تصوف نے شیخ کی آواز پر ترکِ نوافل جائز قرار دیا ہے اور وہ اس کی سند میں یہ حدیث شریف پیش کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضورؐ نے کھانا کھاتے میں ایک صحابیؓ کو آواز دی۔ جب کہ وہ صحابی نماز میں مصروف تھے۔ اس لئے ان کی حاضری میں کچھ توقف ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب خدا کا رسولؐ آواز دے تو فوراً حاضر ہونا چاہئے ... چنانچہ سیرالاولیا نے بھی اس عمل کی تصدیق کی ہے کہ مولانا بدرالدین اسحاقؒ نماز پڑھ رہے تھے کہ بابا فرید صاحب نے انہیں آواز دی اور وہ باباصاحب کی آواز سنتے ہی نماز چھوڑ کر دوڑے چلے آئے اور عرض کیا کہ بندہ حاضر ہے۔ واللہ عالم بالصواب۔

چھٹا سوال :- پیر کی خدمت کس طرح اور کس طریقے سے کرنی چاہئے۔ خدمت کا وقت کیا ہے۔ پیر کی خدمت کرتے وقت کیا تصور کرنا چاہئے اور اس سے دنیاوی لالچ کا طالب ہو یا دینی کا۔؟

جواب :- اس سوال میں چار امر دریافت طلب ہیں۔ امر اوّل کا جواب یہ ہے کہ خدمت دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ یعنی اپنا تن من دھن حصولِ سعادت کے لئے پیر کی خدمت میں پیش کر دے۔ مالی خدمت میں نفس کشی کو بڑا دخل ہے کیوں کہ بڑی محنت اور جانفشانی سے دنیا کی یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اور مرید کو بہرحال دولت دنیا کی محبت سے شیخ

کی محبت کا جذبہ غالب رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ بھی طریقِ امتحان ہے جس سے تین اغراض مقصود ہیں۔ (۱) امتحانِ غلبۂ محبتِ دنیا یا غلبۂ محبتِ عقبیٰ (۲) حصولِ سعادتِ دارین (۳) حصولِ برکات دینی و دنیاوی ــــ مثلاً حضرت داؤدؑ کی محبت کے امتحان کا قصہ بیان کیا ہے ۔ کہ ۔ جب فرشتوں نے ان کے پاس آکر خوش الحانی سے باری تعالےٰ کا نام لیا تو آپ نے اپنا کُل مال و اسباب انہیں دے دیا۔ دوسری مثال حضرت شبلیؒ کی بیان کی ہے کہ ۔ جب ان سے کسی نے سوال کیا کہ بیس دینار کی زکوٰۃ کتنی ہے تو آپ نے فرمایا ساڑھے بیس دینار ۔ پوچھنے والے نے حیرت سے کہا ۔ یہ کیسے؟ تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مثال دے کر ان کا اتباع کرنے پر زور دیا ۔

سوالی نے پھر عرض کیا، مگر یہ تو سارے مال سے بھی زیادہ ہے تو شبلیؒ نے فرمایا آدھا دینار جرمانہ کا ہے نہ جمع کرتا نہ جرمانہ دینا پڑتا ۔

اس کے بعد دولت کی محبت کو ٹھکرا کر خدا کی رضا میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے پر زور دیا ہے اور زکوٰۃ کے فوائد سمجھائے ہیں۔ نفس کی سرکشی پر تبصرہ کرتے ہوئے پیر کی خدمت کو سراپا ادب بتایا ہے۔ سفر پر روانہ ہوتے وقت پیر کی اجازت اور وصیت حاصل کرنے پر بھی زور دیا ہے ۔کیوں کہ پیر بہر حال اپنے مرید کا صلاح کار اور رہبر کامل ہوتا ہے ۔ باطنی خدمت یہ بتائی ہے کہ مرید اپنے پیر کے شرعی احکام پر سختی کے ساتھ پابند رہ کر ہمیشہ اس کا اتباع کرتا رہے ۔

اسی ضمن میں تصوف کا ایک مسئلہ بتایا ہے کہ اگر پیر نے مرید کو کسی ورد کی تعلیم کی اور مرید نے اس پر عمل کر لیا تو وہ پیر کی نظر میں خدمت گذار اور حاضر باش سمجھا جائے گا ورنہ غیر حاضر۔ جیسا کہ جہانگیر ابدال کو حضرت قطبِ عالم مولانا جمال الدین احمد ہانسویؒ کے وضو کرانے کی خدمت سپرد تھی ۔ایک دن قطب صاحب نے وضو کرتے وقت ان سے پوچھا ۔ جہانگیر تم کہاں رہتے ہو؟ بہت دن سے نظر نہیں آتے ..... جہانگیر ابدال نے عرض کیا ۔ پانچوں وقت حاضرِ خدمت رہ کر وضو کراتا ہوں اور ہر وقت خدمتِ عالی میں موجود رہتا ہوں ۔

جہانگیر ادب کی وجہ سے کم کچھ اور عرض نہ کر سکے لیکن جب انھوں نے اپنے احباب سے

اس گفتگو کا تذکرہ کیا، تو ایک پیر بھائی نے ان سے پوچھا۔ حضرت نے آپ کو کچھ تعلیم کی تھی؟ کہا ہاں۔

اس پر آپ نے عمل کیا یا نہیں؟ جواب دیا، ہاں۔

اس نے مکرر سوال کیا۔ تعلیم کب کی تھی اور عمل کب سے کیا؟

جہانگیر نے بتایا کہ تعلیم کئی دن پہلے کی تھی مگر میں نے آج ہی سے عمل شروع کیا ہے۔ پیر بھائی نے کہا یہ مسئلہ ہے کہ اگر پیر کی تعلیم پر عمل کرو گے تو حاضر باش قرار پاؤ گے ورنہ غیر حاضری شمار کی جائے گی۔

امر دوئم: پیر کی حرکات و سکنات پر غور کرکے ہمیشہ اس کا اتباع کرنا اور وہی طور و طریق خود بھی اختیار کرلینا، یعنی اوّل سے آخر تک پیر پر جو حال وقال گذرتا جائے اس کی متابعت کرتے رہنا مگر ماورائے حالاتِ سکر اور قالِ سکر کہ یہ مستثنیات سے ہیں یا وہ احکام جو خلافِ شریعت اور طریقت ہوں یا اگر پیر مرید کو مقیّد کردے تو حدِ قید تک اس پر عامل ہو جانا۔ باطنی خدمت کا ایک طریقہ ہے ایک حالت ایسی بھی ہوتی ہے کہ شیخ کو ذوقِ سماع ہے اور مرید کو اس سے رغبت نہیں ہے تو مرید اس عمل کو اختیار نہ کرے۔ البتہ اگر پیر حکم دے کہ اپنے قلب کو مخاطب کرو تو خواہ قلب مخاطب ہو یا نہ ہو مگر رجوعِ قلب کے ساتھ سماع سننا مرید پر واجب ہے۔

امر سوئم کا جواب کہ:۔ پیر کی خدمت کو باعث سعادتِ ابدی ——— سعادت دارین خیال کرنا چاہئے۔

امر چہارم: دنیاوی لالچ بہر حال حرام ہے۔ اور حرام کی طلب بھی حرام ہے طلبِ دین بہر صورت جائز اور حلال ہے۔

اس لئے اس کی طلب جائز اور حلال ہے مگر بقدر ضرورت ایسی طلبِ دنیا جو شرعاً حلال ہو اور طالب اس میں درماندہ ہو تو اس کی اعانت پیر سے چاہنا جائز ہے۔

ساتواں سوال:۔ اس آیت شریف سے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط۔

(بے شک اللہ ہر ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے)

معلوم ہوا کہ خداوند کریم شجر، حجر، چرند، پرند، جن وانس، وغیرہ سب ہی پر محیط ہے تو پھر سؤر اور کتّے سے نفرت کیوں کرتے ہیں اور ان کو ناپاک کیوں کہتے ہیں۔ خود قرآن میں سؤر کے ناپاک ہونے کا حکم آیا ہے۔

جواب: ۔ بے شک حق سبحانہٗ تعالےٰ ہر شے پر قادر اور محیط ہے اور خالق ورازق بھی ہے۔ مگر اس نے ہر چیز علیحدہ علیحدہ موثرات اور طبائع پیدا کئے ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد اور مختلف ہیں۔ چنانچہ کسی چیز کی تاثیر منفعت بخش ہوتی ہے اور کسی کی نقصان رساں، مثلاً آگ میں جلانے کی تاثیر ہے تو جو چیز بھی اس میں پڑے گی جل جائے گی حالانکہ وہ بھی خداوند تعالیٰ کی مخلوق ہے مگر اس سے بچنے کی تاکید بھی کی گئی ہے تاکہ بقدرِ حاجت اس سے کام لیا جاسکے ساتھ ہی بعض کیڑے مکوڑے آگ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور آگ ہی ان کی مایۂ حیات ہے اور دوسرے عناصر ہوا۔ پانی وغیرہ ان کی بقائے حیات کے لئے مہلک ثابت ہوتے ہیں۔

خدا کے ہر شے پر محیط ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ چیز ہمارے لئے مفید بھی ہو جس طرح ہم آگ کو چھو نہیں سکتے۔ اسی طرح سؤر اور کتّے کو ہاتھ لگانا بھی منع ہے۔ اس تمہید کے ساتھ ہی نقصان کی ضروری وضاحت کے خیال سے نقصان کی دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) ظاہری جس سے بظاہر نفرت ہو (۲) باطنی جس سے باطن کو نقصان پہنچے۔

سؤر خوری سے انسان میں غیرت اور حمیّت باقی نہیں رہتی اس لئے کہ سؤر کا خاصہ یہی ہے۔ یعنی اگر ایک سؤر جفتی کر رہا ہو اور بہت سے سؤر اس کے قریب ہوں تو وہ اسے اس فعل سے روکیں گے نہیں بلکہ جب وہ فارغ ہو جائے گا تو دوسرا بھی یہی عمل کرنا شروع کردے گا اس کے برعکس (عام طور پر) دوسرے جانور اپنے ساتھی کو اس عمل سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ تمہارا بول و براز تمہارے پیٹ میں ہے۔ تمہارا تھوک منہ میں

ہے اسے اپنے جسم سے خارج کر دینے کے بعد تم خود اس سے نفرت کرنے لگتے ہو۔ اسی طرح منہ سے نکلا ہوا تھوک اور قطرۂ خلقتِ انسان ہے جسے اپنے جسم کا عنصر سمجھ کر بھی پاک نہیں سمجھتے۔

ذرا غور کرو پہلے اس میں کیا بھلائی تھی اور اب کون سی برائی پیدا ہو گئی۔

جس قدر بھی احکام الٰہی ہیں وہ خارج از علت و حکمت نہیں مگر بعض امور کی علت و حکمت تو انسان پہچان سکتا ہے اور بعض کی نہیں پہچان سکتا۔ تو انسان کو لازم ہے کہ اپنی فہم کو حکمت الٰہی سے کمتر سمجھ کر ہمیشہ اس کے احکام پر عمل کرتا رہے۔

کلام مجید میں سؤر کے حرام ہونے کا حکم صادر ہوا ہے۔ اسکے علاوہ محیط گھیرا کرنیوالے کو کہتے ہیں۔ پس محیط کے لئے محاط بھی لازم ہے۔ یعنی وہ جس کو محیط گھیرے ہوئے ہو۔

محاط محیط کی وجہ سے قائم ہوتا ہے۔ پس ذاتِ الٰہی جو ہر شے کو محیط ہے اس کا محیط ہونا قیام اشیاء کے واسطے ہے۔ اگر ذاتِ باری تعالیٰ محیط نہ ہو تو اشیاء قائم کیسے رہ سکتی ہیں؟

اچھی اور بری چیزوں کی بہت قسمیں ہیں جو احاطہ بیان سے باہر ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ بھی ہے کہ اگر وہ اس قدر گوناگوں مخلوق کو پیدا نہ کرتا تو مخلوق کا خالق کیسے ہو جاتا؟ اور اس کا کمال خلق میں کیسے ظاہر ہوتا؟ مثلاً وہ صرف انسان ہی کی تخلیق کرتا اور کسی چیز کو پیدا نہ کرتا تو انسان کہہ سکتا تھا کہ میرے سواء اس نے نہ کسی کو پیدا کیا نہ کر سکتا ہے۔

جب انسانوں میں ہی کسی کو بادشاہ کسی کو فقیر کسی کو طالب کسی کو مطلوب، کسی کو گورا کسی کو کالا وغیرہ اوصاف سے موصوف کیا کبھی دن کبھی رات، کبھی صبح کبھی شام۔ کہیں زمین کہیں آسمان کہیں عرش و کرسی کہیں چاند و سورج۔ کہیں بہشت کہیں دوزخ کہیں حیات کہیں موت، کہیں شیریں کہیں شور، کڑوا میٹھا، بیمار، تندرست، مرد و عورت، بچہ، جوان، پھول، کانٹا، پہاڑ، دریا، باغ و صحرا کی تخلیق پر غور کرنے سے اس کی معرفت کا صحیح علم ہوتا ہے۔

اس باغِ عالم کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے

یہ ایک ہی قسم کے درخت لگا دے تو باغ کا وہ ٹکڑا قطعہ باغ کہلانے کا ہرگز مستحق نہ ہوگا اور نہ کوئی خوبی اس میں ظاہر ہوگی۔ باغ تو اسی وقت کہلایا جا سکتا ہے جب اس میں رنگ برنگ، سرخ سپید نیلے پیلے رنگ کے پھول اور کانٹوں کے درخت لگائے گئے ہوں تب ہی اس کا نام باغ ہوگا۔ اور اس باغ کے سارے درخت مل کر ہی ایک بہار کا عالم پیدا کر سکیں گے۔ مگر جب باغ کی سیر کیجائے گی یا پھول توڑے جائیں گے تو خوشبودار اور خوشنما پھولوں کی طرف ہی ہر انسان کی نظر پہنچے گی۔ کانٹوں کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوگا نہ بدنما پھولوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا کیونکہ خوشبودار اور حسین پھول دیدہ زیب اور فرحت بخش ہوتے ہیں اور بدنما پھول اور کانٹے ان کے برعکس۔

بعینہٖ یہی صورت باغ عالم کی ہے کہ اس میں اچھی بری سب ہی چیزیں موجود ہیں لیکن جو چیز ہمارے حق میں مفید ہوگی ہم اسی کو برتنا چاہیں گے اور مضر اشیا سے ہمیشہ پرہیز کرتے رہیں گے اسلئے کہ خالق حقیقی نے جو چیز پیدا کی ہے وہ اپنے موضوع و محل کے لحاظ سے باقاعدہ ہے یعنی اچھی چیز کا استعمال کرنا ہی مفید ہے اور خراب چیزوں کے عدم استعمال میں ہی عافیت ہے۔

اس پیچیدہ مسئلہ کو زیادہ آسانی سے سمجھنے کے لئے اس مثال پر غور کرنا چاہئے کہ ایک شخص نے مکان بنوا کر اسے خوب آراستہ و پیراستہ کیا اس کی ہر چیز کو موقع موقع سے جہاں مناسب سمجھا رکھ دیا۔ آنکھوں والے انہیں دیکھ کر محظوظ ہوتے ہیں۔ انہی میں ایک اندھا بھی ہے اور وہ بھی اس مکان میں داخل ہوتا ہے۔ اتفاقاً کسی نمائشی چیز سے الجھ کر گر گیا تو کہنے لگا یہ چیزیں کس بے وقوف نے بے قاعدہ اور بے موقع رکھ دی ہیں جنھوں نے مجھے گرا دیا۔

حالانکہ وہ چیز مناسب جگہ پر ہی رکھی گئی تھی۔

اسی طرح سؤر اور کتے کا سوال ہے اور ان کا عدم استعمال عین مصلحت ہے اور اس پر یہ اعتراض کہ جب خدا ہر شے پر محیط ہے تو سؤر اور کتے سے نفرت کیوں کی جاتی ہے۔ بعینہٖ اوپر بیان کئے ہوئے اندھے کی مثال ہے۔